# طلاق اور عدت کے احکام

مصنف

عطائے حضور مفتی اعظم ہند

**مولانا محمد شاکر علی نوری**

(امیر سنی دعوت اسلامی)

شائع کردہ **مکتبہ طیبہ** ۱۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نام رضؔا تم پہ کروروں درود

# طلاق اور عدت کے احکام


مصنف

## مولانا محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی)



ناشر:

**مکتبہ طیبہ**

۱۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

# آئینہ کتاب


۱ طلاق کا لغوی معنی ____________ ۴
۲ طلاق کا اصطلاحی معنی____________ ۴
۳ طلاق کی قسمیں ____________ ۴
۴ طلاق احسن _ ____________ ۴
۵ طلاق حسن _ ____________ ۴
۶ طلاق بدعی _ ____________ ۵
۷ طلاق کیوں مشروع کی گئی؟____________ ۵
۸ صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے ____________ ۶
۹ رشتے کو باقی رکھنے کا قرآنی ضابطہ____________ ۷
۱۰ طلاق کی حد _ ____________ ۹
۱۱ طلاق اور خلع ناپسندیدہ ہیں____________ ۹
۱۲ شیطان کی خوشی ____________ ۱۰
۱۳ غصہ میں طلاق ____________ ۱۲
۱۴ طلاق دینا واجب ہے ____________ ۱۳
۱۵ عدت کے احکام____________ ۱۵
۱۶ عدت کی قسمیں:____________ ۱۵
۱۶ دورانِ عدت شوہر کی ذمہ داریاں ____________ ۱۷

۱۷ عدت کے ایام میں سوگ کرنا ____ ۲۱
۱۸ زمانہ جاہلیت میں عدت کا طریقہ ____ ۲۳
۱۹ عورت بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے ____ ۲۴
۲۰ شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم ____ ۲۵
۲۱ ایلا اور اس کے احکام ____ ۲۶
۲۲ ایلا کے اقسام ____ ۲۷
۲۳ ایلا کے شرائط ____ ۲۸
۲۴ ایلا کے الفاظ ____ ۲۹
۲۵ خلع کا بیان ____ ۳۱
۲۶ خلع کی تعریف اور اس کے احکام ____ ۳۲
۲۷ ظہار کا بیان ____ ۳۴
۲۸ ظہار کا معنیٰ ____ ۳۷
۲۹ ظہار کا حکم ____ ۳۸
۳۰ ظہار کا کفارہ ____ ۳۸

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے جس کی بنیاد جنت میں پڑی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقدس رشتے کے دائمی ہونے میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور زوجین کے مزاج کی عدم یکسانیت کے بنا پر یہ رشتہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے، اس لیے شریعت نے اس رشتہ کو منقطع کرنے کا ایک راستہ طلاق کا رکھا ہے۔ طلاق دینے سے پہلے اصلاح کی کیا صورتیں ہونی چاہئے اور طلاق کن صورتوں میں دینا چاہئے نیز طلاق کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ اس کے حوالے سے معلومات ضروری ہے۔ لہٰذا آیئے اب طلاق کے حوالے سے قرآن وسنت کی روشنی میں معلومات حاصل کریں اور بوقت ضرورت انہی طریقوں پر عمل کریں۔

**طلاق کا لغوی معنی:** نکاح کی گرہ کو کھول دینا۔ ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔

**طلاق کا اصطلاحی معنی:** نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اسی پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ (بہار شریعت)

**طلاق کی قسمیں:** طلاق کی تین قسمیں ہیں، احسن، حسن، بدعی۔

**طلاق احسن:** جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

**طلاق حسن:** جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کئے تیسری طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس

سے دوبارہ عقد نہیں ہوسکتا۔

**طلاق بدعی**: اس کی تین صورتیں ہیں:

(ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعتاً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں یا کلماتِ متعددہ سے، مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔

(ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔

(ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (درمختار)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا تو میری ماں کی مثل ہے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا، طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہوسکتا ہے لیکن پچھلی طلاقوں کا شمار ہوگا۔

## طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشا یہ ہے کہ جو لوگ رشتۂ نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی

میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرالے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

## صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰىٓ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا** (النساء، آیت:١٩)

ترجمہ: اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو، اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ١، ص ٢٩٦)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔
(سنن ابوداؤد ج ١، ص ٢٩٦)

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیوں کہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علاحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین

بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، حالاں کہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

## رشتے کو باقی رکھنے کا قرآنی ضابطہ

فرمان باری تعالیٰ ہے: وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا .

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور اُنہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بے شک اللہ بلند بڑا ہے اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (سورۂ نساء آیت: ۳۵،۳۴)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

اچھی خواتین کے ساتھ ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو تند مزاج اور کج سرشت ہوا کرتی ہیں، ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم کیا جا رہا ہے۔ عورت کے ازراہ غرور ونفرت خاوند کی اطاعت سے سرتابی کرنے کو ''نشوز'' کہتے ہیں۔ خوف سے مراد وہم وگمان نہیں بلکہ علم ویقین ہے۔ (قرطبی) یعنی اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی اقدام نہ کرو، بلکہ پہلے انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور اگر فہمائش موثر ثابت نہ ہو تو پھر ان

سے الگ رات بسر کیا کرو اور محبت بھری باتیں کرنا ترک کردو۔ وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے وہ اس سرزنش سے ضرور اپنی اصلاح کرلے گی۔ لیکن اگر یہ طریقہ کار بھی مفید ثابت نہ ہو تو پھر تم اس کو مار بھی سکتے ہو لیکن مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے۔ **والضرب فی ھذہ الایۃ ضرب الادب غیر المبرح** (قرطبی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو یہ تصریح مروی ہے کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مسواک یا اس قسم کی کسی ہلکی پھلکی چیز سے مارے۔ آج کل جہلا اپنی بیویوں کو بھینس کی طرف پیٹتے ہیں اس کی اجازت قطعاً اسلام نے نہیں دی ہے۔

اگر عورت اپنی سرکشی سے باز آجائے اور اپنے شوہر کی فرماں بردار بن جائے تو پھر شوہر پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پہلے رویہ کو یکسر بدل دے اور اس پر دست درازی سے کلیۃً باز آجائے یہ حکم اُس خدا کا ہے جو سب سے بالا اور سب سے بڑا ہے اور اس کے حکم کی سرتابی کے نتائج بڑے المناک ہیں۔

لیکن اگر آپس کی کوششیں اصلاحِ حال کے لیے مفید ثابت نہ ہوں اور ایسے آثار رونما ہونے لگیں کہ اگر صورتِ حال پر قابو نہ پایا گیا تو معاملہ طلاق پر جا ختم ہوگا تو اس وقت یا تو میاں بیوی اپنی اپنی طرف سے ایک ثالث مقرر کریں جو ان کی شکایات سن کر ان کا باہمی تصفیہ کردیں یا دونوں کے خاندان ثالث مقرر کریں اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا تو پھر حاکم کو چاہئے کہ جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کردے بلکہ حَکَم کے ذریعہ ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے اور اگر ان حکموں نے خلوص نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو توفیق الٰہی ضرور ان کے شامل حال ہوگی۔

بعض مفسرین کے نزدیک "**ان یرید اصلاحا**" کے فاعل میاں بیوی ہیں یعنی اگر ان کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمادے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج اول ص:۳۴۲/۳۴۳)

## طلاق کی حد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ.** (سورۂ بقرہ آیت:۲۲۹)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اسے طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی رجعت کرے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھر اسے قید میں رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ طلاقِ رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد پھر طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔ (خزائن العرفان)

## طلاق اور خلع ناپسندیدہ ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

**اَیُّمَا اِمۡرَأۃ سَأَلَتۡ زَوۡجَھَا طَلَاقًا فِیۡ غَیۡرِ مَابَأس فَحَرَ امٌ عَلَیۡھَا رَائِحَۃُ الۡجَنَّۃِ.** جو عورت شدید ضرورت کے بغیر شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **اَبۡغَضُ الۡحَلَالِ اِلٰی اللّٰہِ الطَّلَاقُ.** (ابوداؤد) ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **اَلۡمُنۡتَزِعَاتُ وَالۡمُخۡتَلِعَاتُ ھُنَّ الۡمُنَافِقَاتُ** نکاح سے آزاد ہونے والیاں اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ (نسائی)

یعنی جو عورتیں اپنے شوہروں کو صرف اس لیے پریشان کرتی ہیں کہ وہ مجبور ہوکر انہیں آزاد کریں یا جو عورتیں خلع کرتی ہیں وہ درحقیقت منافقہ ہیں کہ بظاہر تو شوہر سے محبت کرتی ہیں لیکن دل میں ان سے نفرت کرتی ہیں اور کسی نہ کسی طرح آزاد ہونا چاہتی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک خلع وطلاق کس قدر مبغوض ہے اور آپ اس سے اپنی نفرت کا اظہار صرف اسی لیے فرمارہے ہیں کہ غلام حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

غرضیکہ طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظروں میں نہایت ناپسند اور مبغوض ہے لہٰذا مرد وعورت دونوں کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اس تلوار کی زد سے بچے رہیں اور ایک دوسرے کا لباس بن کر زندگی کو پرلطف بنانے کی کوشش کرتے رہیں بالخصوص اس صورت میں جب کہ اللہ نے ان کو اولاد کا عطیہ بھی بخشا ہو کہ اولاد ہوجانے کے بعد والدین کی زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ اولاد کے مستقبل کو سدھارنے اور سنوارنے کے لیے رہ جاتی ہے پس جب بھی مرد وعورت میں کسی کو علاحدگی کا خیال آئے تو وہ اپنے پیارے پیارے بچوں پر نظر ڈالے اور سوچے کہ اگر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تو ان بچوں کو ہمارا مشترکہ پیار کیسے نصیب ہوگا۔ جب کہ بچوں کی راحت اور ان کی بہترین تربیت کا دارومدار ماں باپ کے مشترکہ پیار ہی پر ہے اگر بچے اس سے محروم ہوگئے تو اس کمی کو کثیر وسائل کے باوجود نہ تو تنہا باپ پورا کرسکتا ہے، اور نہ ہی تنہا ماں پورا کرسکتی ہے اگر اسی طرح سوچا جائے تو طلاق کا تصور خود بخود ختم ہوسکتا ہے، گھر بگڑنے اور بچے تباہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا بتارہے ہیں؟

## شیطان کی خوشی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے (روزانہ صبح پانی پر تخت بچھا کر اپنا دفتر کھولتا ہے اور سارے دن

کے لیے فتنہ وفساد کے کام اپنے چیلوں کے سپرد کرتا ہے ) پھر اپنی ٹولیوں کو لوگوں میں فتنے ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے ( شام کو یہ سب واپس آ کر اپنی اپنی کارستانیاں بیان کرتے ہیں جن کو یہ ملعون سنتا رہتا ہے ) حتی کہ ان میں سے ایک آتا ہے اور اپنا کارنامہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''ماتر کته حتی فرقت بینه و بین امراته'' میں نے فلاں شخص کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کرادی بس اب شیطان اچھل پڑتا ہے اس خبیث چیلے کو چمٹا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ''نعم انت'' ہاں تو نے کچھ کیا۔ (مسلم شریف)

یہ تفریق اگر بصورت طلاق ہوئی تو بری ہے لیکن اگر بغیر طلاق شوہر، بیوی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے تو اور بھی زیادہ بری ہے کہ اس صورت میں فتنہ وفساد اور گناہ میں مبتلا ہونے کا زیادہ امکان ہے بہر حال شیطان اپنے اس چیلے سے خوش ہوتا ہے جو شوہر و بیوی کے درمیان تفریق کرادیتا ہے۔ غور فرمایئے آخر ایسا کیوں؟ اس لیے کہ اس طرح اس نے ایک تیر سے سینکڑوں شکار کر لئے، شرعی قانون کے مطابق جو رشتہ قائم ہوا تھا اسے توڑ دیا، مرد وعورت دونوں کو اب گناہ میں مبتلا کر دینا زیادہ آسان ہو گیا۔ شوہر و بیوی کے خاندانوں میں رشتہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اب دونوں دشمن بن گئے، بچوں کا نہ صرف مستقبل تباہ ہو گیا بلکہ ان کے آوارہ اور جاہل ہونے کا امکان زیادہ ہو گیا، اسی طرح سوچیے جتنا آپ غور کریں گے شیطان کی خوشی کے اسباب معلوم ہوتے جائیں گے۔

شوہر و بیوی کے درمیان اگر کسی وقت جھگڑا ہو چاہے روزانہ ہو تو کوئی خاص بات نہیں یہ ایک فطری عمل ہے ایسا ہوتا ہی ہے لیکن جوں ہی اس جھگڑے کے دوران طلاق کا خیال آئے بس فوراً سمجھ لیجئے کہ اب شیطان کی مداخلت ہو رہی ہے قبل اس کے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو لاحول پڑھیے جھگڑا فوراً ختم کر دیجئے اور اپنے اور اپنی اولاد کے مستقبل کو تباہ ہونے سے بچا لیجئے۔

## غصہ میں طلاق

یاد رکھئے کہ شیطان تفریق کرانے کے لیے غصہ کا سہارا لیتا ہے، غصہ کی آگ سلگاتا ہے، پس جھگڑا شروع ہوتا ہے جوں جوں آگ کی تیزی بڑھتی جاتی ہے جھگڑا بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ عورت کی زبان پر طلاق کا مطالبہ آتا ہے یا نہیں آتا تو از خود مرد طلاق کے لفظ بول دیتا ہے اور جوں ہی غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے میاں بیوی دونوں سر پکڑ کر رہ جاتے ہیں اور اب مسئلہ معلوم کرنے کے لیے مفتی صاحب کے پاس دوڑتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ طلاق کے الفاظ غصہ کی حالت میں بولے گئے ہیں لہٰذا طلاق نہیں ہوئی حالاں کہ ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو بات صاف ہے کہ کوئی کسی پر تلوار کا وار محبت میں نہیں کرتا یا کوئی گولی محبت میں نہیں مارتا، جب غصہ آتا ہے اور نفرت اپنی انتہا پر پہنچتی ہے تب ہی گولی چلتی ہے اور گولی محبت میں چلے، مذاق میں چلے یا غصہ میں چلے کام ایک ہی کرتی ہے۔ طلاق، رشتۂ ازدواج کے لیے گولی ہے جو محبت میں چلے یا مذاق میں اور یا بحالت غصہ بہر حال اس رشتے کی جان لے لیتی ہے پس غصہ آیا گولی چلی طلاق ہوگئی اور کاش ایک یا دو گولیاں چلتیں تو کچھ گنجائش باقی رہتی، مرہم پٹی سے میاں بیوی صحت مند ہوجاتے لیکن یہ شیطان تو بڑا ہی ظالم دشمن ہے ایسی حالت میں ہمیشہ تینوں گولیاں ایک ساتھ چلوا دیتا ہے اور میاں بیوی دونوں کی جان لے لیتا ہے۔ اب مفتی صاحب کے پاس کوئی دوا نہیں ہوتی جو جان ڈال سکیں اور اگر دوا ہے بھی تو وہ اتنی کڑوی کہ اس کا استعمال کرنا کسی باغیرت کے لیے ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے غصہ کو حرام قرار دیا اور آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے نقصانات سے بچانے کے لیے اس کی ممانعت اور مذمت فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار فرمایا ''**لاتغضب، لاتغضب**'' غصہ مت کرو، غصہ مت کرو۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، پہلوان تو وہ ہے

"یملک نفسه عند الغضب" جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ وہ شخص کتنا کمزور ہے جس کے غصہ کی آگ نے اس کے گھر ہی کو بھسم کر ڈالا اور وہ بجھا نہ سکا بہر حال غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

نکاح نے مرد کو بے شمار تحفوں کے ساتھ ایک مہلک ہتھیار بھی دیا ہے، عقلمند وہ ہے جو ان تحفوں کی لذت سے اپنی زندگی کو پرلطف، پر بہار اور پرسکون بنائے اور اس مہلک ہتھیار کو کسی کونے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھول جائے۔

## طلاق دینا واجب ہے

ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب ہتھیار کا استعمال یعنی طلاق دے دینا واجب ولازم ہو جاتا ہے مثلاً شوہر پیدائشی نامرد ہے یا جادو یا کسی اور بیماری کی وجہ سے وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق نہیں اور اس کے صحت مند ہونے کا بظاہر کوئی امکان بھی نہیں تو ایسی صورت میں مرد کو چاہیئے کہ وہ ازخود اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے کیوں کہ اس صورت میں عورت سے گناہ سرزد ہونے کا قوی امکان موجود ہے اور اگر کوئی بہت ہی متقیہ عورت ہے تب بھی اس کی زندگی پرسکون نہیں ہو سکتی اور ایک گھر کا ماحول جیسا ہونا چاہیئے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگر اس صورت کے باوجود شوہر، بیوی کو آزاد نہیں کرتا تو وہ مجرم ہے ایک عورت کی زندگی اجیرن کر دینے کا یا، وہ مجرم ہے اسے گناہ کے گڑھے میں ڈھکیل دینے کا، جو نہایت ہی گناہ ہے پس اس گناہ سے بچنے کے لیے بیوی کو طلاق دے دینا واجب ہے۔

اور بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں طلاق دینا افضل و بہتر اور مستحب قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ عورت بے نمازی ہے، اپنے ساس، سسر اور دیگر اہل خانہ کو ستاتی اور پریشان کرتی ہے یا ان سے نفرت کرتی اور ملنا جلنا تک پسند نہیں کرتی یا وہ مجبوراً اس مرد کی زوجیت میں ہے جب کہ اس کا دل کسی اور مرد کی طرف مائل ہے یا وہ اس کے مال واسباب میں خیانت کرتی ہے۔ ان تمام صورتوں اور ان جیسی صورتوں میں مستحب ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دے کر اس کی ایذا رسانی سے نجات حاصل کر لی جائے لیکن اس وقت جب اس کی اصلاح اور تربیت

کے تمام شرعی اور معاشرتی طریقے ناکام ہو چکے ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں بھی ایک مرتبہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حبیبہ بنت سہل نے سرکار کے دربار میں حاضر ہو کر شوہر سے علاحدگی کی درخواست پیش کی یعنی خلع چاہا کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کچھ شکل وصورت کے اچھے نہ تھے، قد پست تھا رنگ سیاہ تھا اور حضرت حبیبہ جو عبداللہ بن ابی کی بہن تھیں دراز قد اور نہایت ہی حسینہ وجمیلہ تھیں لہٰذا وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتی تھیں پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! **مااعتب علیه فی خلق و لادین**" کہ ثابت کے حسن خلق اور دیندار ہونے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں یعنی وہ عادات واطوار کے بہت اچھے ہیں بہت دیندار ہیں "**ولکن اکره الکفر فی الاسلام**" لیکن میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی یعنی میں ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ میں زبان سے انہیں اچھا کہوں اور دل سے پسند نہ کروں یہ تو تقیہ ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ان سے طلاق دلا دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست پر برافروختگی یا ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ پوچھا کیا تم ثابت کو وہ باغ واپس کردو گی جو انہوں نے تمہیں بطور مہر دیا تھا۔ وہ راضی ہوگئیں پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا: **اقبل الحدیقة**" ثابت یہ اپنا باغ قبول کرلو، '**و طلقها تطلیقة**"اور انہیں ایک طلاق دے دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور طلاق دے دی۔

اس واقعہ سے واضح ہوگیا کہ اگر شوہر و بیوی کے درمیان کسی بھی وجہ محبت والفت پیدا نہ ہو سکے اور وہ ایک دوسرے کو دل سے نہ چاہتے ہوں تو جبر واکراہ کی زندگی بسر کرنے سے بہتر علاحدگی ہے اور اس صورت میں مستحب یہی ہے کہ طلاق کا عمل اختیار کیا جائے۔

# عدت کے احکام

عدت کے معنی شمار کرنا اور گننا ہے۔ شریعت مطہرہ میں عدت اس انتظار کے دنوں کو گننے اور شمار کرنے کو کہتے ہیں جو ایک نکاح ختم ہو جانے کے بعد دوسرے نکاح کے لیے کیا جاتا ہے۔ زمانۂ عدت میں نکاح کرنا ممنوع ہے بلکہ نکاح کی تیاری یا باتیں کرنا بھی مناسب نہیں۔ عدت صرف عورت کے لیے ہے مرد کے لیے نہیں کیوں کہ اس کا مقصد استبرائے رحم یعنی بچہ دانی کی صفائی اور اس بات کا پوری طرح یقین حاصل کر لینا ہے کہ حمل نہیں ہے جب کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی بچہ کو جنم دینا ہے۔ ظاہر ہے اس کا تعلق مرد سے نہیں عورت ہی سے ہے، ہاں مرد اگر کسی ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جس کو بیوی کے ساتھ جمع کرنا حرام ہو تو اسے بھی اپنی پہلی بیوی کی عدت پوری ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، مثلاً بیوی کی بہن بھانجی یا خالہ سے نکاح کرنا ہے تو عدت کے دنوں میں بھی ان کا نکاح کرنا حقیقت میں انہیں ساتھ ہی رکھنا ہوگا لہٰذا جائز نہیں کیوں کہ جب تک عورت کی عدت کے دن پورے نہ ہو جائیں مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے اور دوبارہ اسے اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔

## عدت کی قسمیں:

عدت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وفات کی عدت یعنی اس عورت کی عدت جس کا شوہر مر گیا اور وہ بیوہ ہوگئی اس کی مدت چار مہینے اور دس دن ہے۔

(۲) طلاق کی عدت اس کی مدت تین حیض ہے چاہے یہ مطلقہ بالغہ ہونا بالغہ ہو یا ایاس کو پہنچ چکی ہو یعنی اتنی بوڑھی ہو چکی ہو کہ حمل کی امید باقی نہ رہی ہو جس کے لیے تقریباً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے۔

(۳) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل یعنی بچہ کو جنم دینا ہے چاہے نکاح ختم ہونے کے فوراً بعد ہی بچہ ہو جائے یا کچھ دن اور کچھ مہینے بعد ہو اور جس عورت کو خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی گئی ہو اس کی کوئی عدت نہیں۔ خلوتِ صحیحہ مرد و عورت کی ایسی تنہائی کو کہا جاتا ہے جس میں دونوں کا دوسرے سے فائدہ حاصل کر لینا یقینی ہو جائے۔

بواسطۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں حکم دیا گیا کہ طلاق سے پہلے ہی عورت کی مدت عدت کا خیال رکھا جائے یعنی حیض کے بعد پاکی کے ایسے دنوں میں طلاق دی جائے جن میں اب تک اس سے صحبت نہیں کی گئی ہے تاکہ اس کے ایام عدت دراز نہ ہوں اور اسے دوسرا نکاح کرنے کے لیے طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ فرمایا گیا: **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ** (الطلاق:۱)

ترجمہ: اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

شریعت مطہرہ کا عورتوں پر یہ کیسا کرم ہو رہا ہے کہ ان کو دشواری سے بچانے کے لیے مردوں کو خصوصی حکم دیا جا رہا ہے کہ ارادۂ طلاق کے ساتھ ہی ایام عدت کا حساب لگا لو اور ایسے وقت طلاق دو کہ عورت کو غیر ضروری طور پر طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے کہ یہ وقت حیض کے بعد پاکی کے ان دنوں میں ہے جن میں اب تک عورت سے صحبت نہیں کی گئی ہے۔ ان ایام میں اگر عورت کو طلاق دی گئی تو اسے صرف تین حیض کی مدت عدت پوری کرنی ہوگی۔ شریعت مطہرہ میں چوں کہ عدت نہایت ہی اہم ہے لہٰذا خصوصی حکم دیا گیا "**احصوا العدة**" ایام عدت کا خیال رکھو، انہیں شمار کرتے رہو کوئی غلطی نہ ہونے پائے اور وہ عورتیں جو ایاس کی عمر کو پہنچ چکی ہوں کہ اب حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہی ہو جس کے لیے عموماً پچپن برس کی عمر ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو نابالغہ ہوں یا عمر کے اعتبار سے تو بالغ ہو چکی ہوں لیکن اب تک انہیں حیض نہ آیا ہو ان کی مدت عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

**وَ الّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓـِٔيْ**

لَمۡ یَحِضۡنَ (الطلاق:۴) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

اور جو عورتیں حاملہ ہوں چاہیں بیوہ ہوں یا مطلقہ ہوں ان کی عدت کے متعلق فرمایا گیا۔

وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ (الطلاق ۴) اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔

اور سورۃ البقرہ میں اس عورت کی مدت عدت بیان کی گئی جو بیوہ ہوگئی ہو۔ فرمایا گیا۔

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا (البقرہ:۲۳۴)

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

## دورانِ عدت شوہر کی ذمہ داریاں

مدتِ عدت پوری ہونے سے قبل مرد کو اختیار نہیں کہ وہ مطلقہ کو گھر سے نکال دے وہ اسی گھر میں اپنی عدت کے ایام پورے کرے گی تا کہ اگر رجوع کرنے کا فیصلہ ہو تو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ نیز ایک گھر میں رہنے سے رجوع کی طرف مائل ہونے کا بھی قوی امکان ہے کہ اس طرح دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے گفتگو کرنے وغیرہ کا موقع حاصل رہے گا اور وہ اسباب خود بخود ختم ہوتے جائیں گے جو وجہ طلاق بنے تھے اور پھر یہ مل کر اچھی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں یہی حکمت ہے عورت کو اسی گھر میں رہنے کا حکم دینے میں کیوں کہ اسلام بہر حال یہ چاہتا ہے کہ رشتۂ ازدواج کسی نہ کسی طرح قائم وباقی رہے۔ پس فرمایا گیا: لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡ بُيُوۡتِهِنَّ وَ لَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (ترجمہ) عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ (الطلاق:۱)

ہاں اگر مطلقہ طلاق کی جھنجلاہٹ میں گھر والوں کو ستاتی ہو، شوہر کے ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کو برا بھلا کہتی رہتی ہو، شوہر کو ذلیل وخوار کرتی ہو، گالی گلوچ کرتی ہو حتی کہ اس نے

گھر کا سکون تباہ کر دیا ہو، گھر کا نظام اس کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا ہو تو ان سب صورتوں میں اسے گھر سے نکال دینے کی اجازت ہے اور یہی بہتر ہے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ وَ اِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَھُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَہٗٓ اُخْرٰی o لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِہٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىہُ اللّٰہُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىھَا سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا o (الطلاق: ۶، ۷)

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچّہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچّہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی، مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

ان آیات مبارکہ میں احکام عدت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے تاکہ عدت جیسے اہم عمل کے دوران مرد وعورت میں سے کسی سے کوئی غلطی نہ ہو یا کسی کی حق تلفی نہ ہو کہ اگرچہ طلاق نے رشتۂ نکاح منقطع کر دیا ہے لیکن عدت ختم ہونے تک ابھی ایک دوسرے کے حقوق باقی ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یہاں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) عورت کو طلاق کے بعد فوراً گھر سے نکال دینے کی اجازت نہیں بلکہ اس کے لیے مرد اپنی وسعت کے مطابق رہائش کا انتظام کرے، بایں صورت کہ اگر رجعی طلاق دی ہے تو اسے اسی کمرے میں رکھے جس میں وہ اب تک رہتی تھی کہ اس صورت میں عورت مرد سے پردہ بھی

نہیں کرے گی اور اگر طلاق بائنہ دی ہے تو عورت مرد سے پردہ کرے اور مرد اس کے لیے
ایسی رہائش گاہ کا انتظام کرے جہاں وہ پردے کے باوجود آزاد نہ رہ سکے۔
(۲) مرد کو اجازت نہیں کہ وہ اس مجبور و بے سہارا مطلقہ کو رہائش کے معاملہ میں یا کسی معاملہ
میں تنگ کرے اور اتنا پریشان کرے کہ وہ گھر چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور ہو جائے بالخصوص
''ولاتضاروھن'' کی ممانعت کا خیال رکھا جائے کہ عورت کو اٹھتے بیٹھتے طعنے نہ دو کہ یہ اس
کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوگا جس سے اسے طلاق کی تکلیف کے بعد مزید
تکلیف ہوگی، یہ ایذا رسانی تمہارے لیے جائز نہیں۔
(۳) جو مطلقہ حاملہ ہو اس کی رہائش اور اس کے دیگر لوازمات زندگی کی ذمہ داری مرد پر
اس وقت تک ہے جب تک وہ بچہ کو جنم دے دے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ حاملہ عورت
کے اخراجات کا ذکر ہے کہ اس کی مجبوری زیادہ ہے جب کہ ہر قسم کی مطلقہ عورت کے
اخراجات کی ذمہ داری مرد ہی پر عائد کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ میں
فرمایا گیا۔ **وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ** . اور طلاق والیوں کے
لیے بھی مناسب طور پر نان ونفقہ ہے یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔
یعنی جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے جب کہ ہر مؤمن اللہ سے ڈرتا ہے اور ڈرنا چاہئے پس
ہر مؤمن پر واجب ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کے اخراجات عدت ختم ہونے تک پورے کرتا رہے۔
**بالمعروف** مناسب طریقے سے یعنی جیسے طلاق سے پہلے تمام ضروریات پوری کرتا تھا اسی
طرح طلاق کے بعد کرتا رہے۔
(۴) حاملہ مطلقہ کی عدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو چکی لہٰذا اب اس پر بچہ کو دودھ
پلانے کی ذمہ داری بھی نہ رہی لہٰذا اب اگر مرد اپنے بچہ کو اس سے دودھ پلوانا چاہتا ہے تو اس
کی اجرت ادا کرے اور اجرت وہ ہوگی جس پر مرد و عورت باہمی مشورے سے رضامند
ہو جائیں اور اگر مرد عورت کی مطلوبہ اجرت ادا نہیں کرسکتا یا عورت دودھ پلانے پر اپنی کسی
ذاتی مجبوری کی وجہ سے راضی ہی نہیں مثلاً وہ جلد ہی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے اور وہ جانتی ہے

کہ اس کا ہونے والا شوہر اس ذمہ داری کو پسند نہیں کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مرد کو چاہیئے کہ وہ کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کر لے۔

(۵) مطلقہ کے اخراجات میں اعتبار مرد کی حیثیت کا ہوگا کہ اگر مرد دولت مند ہے تو وہ عورت کو خرچہ بھی دولت مندوں جیسا ہی دے گا اور غریب ہے تو وہ غریبوں جیسے ہی اخراجات کرے گا یعنی جس طرح وہ پہلے اپنی بیوی کو رکھتا تھا اسی طرح اب بھی رکھے، اس میں جتنی بہتری کر سکتا ہے کرے کمی نہ ہونے پائے اسی لیے اس حکم کے ساتھ بالمعروف فرمایا گیا۔

یہ احکام بیوہ عورت کے لیے بھی ہیں کہ اس کی تمام ذمہ داری یا تو شوہر کے متروکہ مال سے پوری کی جائے گی اور اگر شوہر نے کچھ نہیں چھوڑا تو یہ ذمہ اس کے وارثین پورا کریں گے۔

بہرحال مطلقہ ہو یا بیوہ ہو شریعتِ مطہرہ ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اسے بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ نکاح نے جس مرد کو عورت کا قوّام، ذمہ دار اور سہارا بنایا وہی مرد مدت عدت ختم ہونے تک اپنی ذمہ داریاں پورا کرنے کا پابند ہے جب کہ یہ مدت اس بے سہارا عورت کے لیے کوئی دوسرا انتظام کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس عرصہ میں اس کے دوسرے نکاح کا انتظام ہو سکتا ہے یا اس کے اعزا و اقارب اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

بہرحال قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ حکم واضح ہے کہ مطلقہ اپنی کسی بھی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی کہ یہ بالکل حرام ہے، اسے چاہیئے کہ وہ اپنے ہر کام کے لیے مرد سے کہے جو اس کی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور اگر وہ اپنی ذمے داری پورا نہیں کرتا تو سخت گنہ گار ہوگا ہاں بیوہ عورت سخت ضروت کے لیے باہر جا سکتی ہے کہ اس کا شوہر مر چکا اب وہ مجبور ہے۔ اپنے ضروری کام اسے خود ہی کرنا ہوں گے لیکن بلا ضرورت بازاروں میں گھومنا، سیر و تفریح کرنا، تقریبات میں شریک ہونا شامل نہیں، ہاں ڈاکٹر کے پاس جانا یا کھانے پینے کا سامان وغیرہ خریدنا ضرورت میں شامل ہے جب کہ کوئی لانے والا موجود نہ ہو۔

## عدت کے ایام میں سوگ کرنا واجب ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ عدت گزرنے تک عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، زیور نہ پہنے، خضاب نہ لگائے اور سرمہ بھی نہ لگائے ۔(مشکوۃ المصابیح)

جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے، جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک رہا کرتی تھی، اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔

بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں یہ خلاف شرع اور گناہ ہے، نہ اس کا جانا جائز ہے نہ سسرال والوں کو اس کا نکالنا درست ہے۔ قرآن پاک میں ہے: **لاتخرجوھن من بیوتھن الاان یاتین بفاحشۃ مبینۃ** ۔البتہ جو عورت بیوہ ہوگئی ہو اور اس کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کاج کر کے روزی حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس گھر میں آجائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ عدت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کوٹھری یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی ہیں۔ (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے اس پر کچھ پابندی نہیں)۔

جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو، عدت کے ایام میں اس کو بھی گھر سے نکلنا درست نہیں ہے، وہ بھی شوہر کے گھر میں عدت گزارے، جو عورت عدت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعاً سوگ کرنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے، زیب و زینت اور بناؤ سنگار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں، حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں، سوگ کے احکام جہاں ایسی عورت پر عائد ہوتے ہیں جس کا شوہر وفات پا گیا ہو، اس عورت کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے جس کو طلاق بائن دی گئی ہو یا طلاق مغلظہ مل گئی ہو، خلاصہ یہ کہ جس

عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اس پر عدت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے جب عدت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے، چوں کہ عدت کے زمانہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناؤ سنگار کی ضرورت شوہر کے لیے ہوتی ہے اس لیے زمانۂ عدت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا، سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو، لہٰذا عدت گزارنے والی کے لیے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑک دار کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، زیور استعمال نہ کرے، باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجھائے اور سر میں تیل نہ ڈالے اور سرمہ نہ لگائے، ہاں اگر آنکھیں دکھ آئیں تو علاج کے لیے سرمہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے، سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبودار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پٹی نہ نکالے۔

جس عورت پر سوگ واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسئی ملنا، پھول پہننا، مہندی لگانا، ہونٹ اور ناخن پر سرخی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ: سوگ کرنا حکم شرعی ہے، شوہر کے مرنے یا طلاق وخلع کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل ہونے سے، اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی ہو تب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فسخ کر دیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق بھی فسخ ہو گیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ زمانۂ عدت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب وزینت سے رہے، سوگ نہ کرے۔

## زمانہ جاہلیت میں عدت کا طریقہ

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی خاتون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، دو یا تین بار یہی سوال و جواب ہوا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ نہیں لگا سکتے۔ اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعت اسلام میں) یہ عدت اور سوگ کے چار ماہ دس دن ہیں (اس کی پابندی مشکل معلوم ہورہی ہے) حالاں کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو پورے ایک سال تک عدت گزارتی تھی اور ایک سال ختم ہوکر جب دوسرا سال لگتا تھا تو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں پھینکتی تھی۔ (بخاری ومسلم)

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں شوہر کے مرجانے پر اس کی بیوہ پر طرح طرح کے احکام عائد کیے جاتے تھے، یہ احکام مذہبی بھی ہوتے تھے اور قومی وملکی بھی، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو یہ قانون تھا کہ بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ ہی جل جانا پڑتا تھا اس کو ستی ہونا کہتے تھے اور عرب میں یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کا شوہر مرجاتا تو ایک سال اس کے لیے بڑا کٹھن ہوتا تھا جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں اس طرح مروی ہے کہ:

''جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو سال بھر کے لیے ایک چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہوجاتی تھی اور بدترین کپڑے پہن لیتی تھی اور سال گزرنے تک نہ خوشبو لگاتی نہ اور کوئی چیز (صفائی ستھرائی کی) اپنے بدن سے چھواتی تھی جب سال ختم ہوجاتا تو کوئی چار پایہ گدھا، بکری یا پرندہ اس کے پاس لایا جاتا تھا جس سے وہ اپنی شرم کی جگہ کو رگڑتی تھی۔ چوں کہ سال بھر تک بدحالی میں رہ کر اس کے بدن میں زہریلے اثرات پیدا ہوجاتے تھے اس لیے جس جانور سے وہ اپنے جسم کا مخصوص حصہ رگڑتی تھی اکثر مرجاتا تھا، اس کے بعد (کوٹھری سے) نکلتی اور اس کو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں دی جاتی تھیں، وہ ان مینگنیوں کو آگے پیچھے پھینکتی تھی،

اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی عدت گزر گئی ہے اور اس سے یہ فال لینا بھی مقصود تھا کہ مصیبت پھینک دی جیسا کہ یہ مینگنیاں پھینکی جا رہی ہیں، اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق خوشبو وغیرہ استعمال کرتی تھی۔ (یہ کام ٹوٹکے کے طور پر کرتی تھیں اور اس کو دفع مصیبت کا ذریعہ سمجھتی تھیں)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی یہ پابندی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسلام نے صرف چار ماہ دس دن کی عدت اور سوگ رکھا ہے، جاہلیت کی کیسی کیسی مصیبتوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے، پھر بھی تم اسلام کے قانون کی پاسداری سے بچنے کا راستہ نکالنا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدت والی کو سوگ میں سرمہ لگانے کی اجازت نہ دی، حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ اس عورت کا علاج سرمہ کے بغیر ہو سکتا تھا اور سرمہ بطور زینت لگانا چاہتی تھی، اس لیے منع فرمایا کیوں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فتویٰ ہے (جو سوگ والی احادیث کی راوی ہیں) کہ سوگ والی عورت علاج کی مجبوری سے رات کو سرمہ لگا سکتی ہے۔

## عورت بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے

ہندوؤں میں یہ عیب سمجھا جاتا ہے کہ شوہر کی موت کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، ہر وقت کا جلاپا اور ساس نندوں کے طعنے اسے باعزت زندگی گزارنے نہ دیتے تھے، مذہبی قانون اور قومی رواج کے مطابق بے شوہر پوری زندگی گزارنا لازم تھی۔ اگر چہ تیرہ سال کی لڑکی بیوہ ہو جائے اور چوں کہ شوہر کی ارتھی کے ساتھ جلنا مذہبی مسئلہ تھا اور سب نفرت وحقارت کا برتاؤ کرتے تھے، اس لیے لامحالہ وہ شوہر کی ارتھی میں کود پڑتی تھی اور زندہ جل جانے کو نفرت کی زندگی پر ترجیح دیتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور مستحب و مستحسن بلکہ بعض حالات میں واجب قرار دیا کہ عدت گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے، وہ مر جائے تیسرا شوہر کر لے، وہ

بھی مر جائے تو چوتھے مرد کی زوجیت میں آجائے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی اکثر بیویاں بیوہ تھیں جن کے پہلے شوہر فوت ہو چکے تھے، ان میں بعض وہ تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

آج کل بھی بعض قوموں میں (جو مسلمان کہلاتی ہیں) بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا ہے اور جو بیوہ ہو جائے زندگی بھر یوں ہی بلا شوہر بیٹھی رہتی ہے۔ خدا کی پناہ! اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہو اسے عیب سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، اس سے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے جن لوگوں کے ایسے خیالات ہیں توبہ کر لیں۔

اسلام نے عورت کو بڑا مرتبہ دیا اور اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا ہے، پستی سے نکال کر اس کو بلندی عطا کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عورتیں اب بھی اسلام کے احکام کو چھوڑ کر (جو سراسر رحمت ہیں) جاہلیت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔

## شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب اُم المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔ (مسلم شریف)

رب تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

# اِیلا اور اس کے احکام

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَۃِ اَشۡہُرٍ ۚ فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ O'' (سورۂ بقرہ/۲۲۶)

ترجمہ: اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مفسر شہیر حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے، اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال، دو سال، تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے مدت متعین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لیے یا غیر معین مدت کے لیے ترک صحبت کی قسم کھالے تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے، اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لیے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ (خزائن العرفان)

اِیلا کے معنیٰ یہ ہیں کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ کرے گا یا یوں قسم کھائی کہ چار مہینہ قربت نہ کرے گا تو یہ ایلا ہوگیا۔ اگر عورت باندی ہو تو اس کے اِیلا کی عدت دو مہینہ ہے۔

اِیلا میں قسم کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائے

جن کی قسم کھائی جاتی ہے۔ (جیسے کہے اس کی عظمت وجلال کی قسم، اس کے کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم) دوسری صورت تعلیق ہے (جیسے یہ کہے کہ اگر اس سے وطی کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مجھ پر اتنا روزہ ہے یا حج ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

## ایلا کے اقسام

مسئلہ: اِیلا دو طرح کا ہے ایک ایلائے موقَّت یعنی چار مہینہ کا، دوسرا ایلائے مؤبَّد یعنی چار مہینہ کی قید نہ ہو، ہر حال اِیلا کے بعد اگر چار مہینہ کے اندر اگر عورت سے جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی (چاہے پاگل ہی ہو) اور کفارہ لازم جب کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو اور اگر قسم بصورت تعلیق تھی تو جس بات پر معلق کیا تھا وہ بات ہو جائے گی (جیسے کہا تھا اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کر لیا تو غلام آزاد ہو گیا) اور اگر اِیلا کرنے کے بعد چار مہینہ کے اندر صحبت نہ کی تو طلاق بائن پڑ جائے گی۔ پھر اگر یہ اِیلا موقت تھا یعنی چار مہینہ کا تھا تو یمین ساقط ہو گئی یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو اب اِیلا کا کچھ اثر نہیں، اور اگر ایلا مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی قید تھی (جیسے یوں کہا تھا خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کروں گا) یا کچھ قید نہ تھی (جیسے کہا تھا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا) تو ان صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی اور قسم باقی ہے (یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر اِیلاء کا حکم جاری ہو گا کہ اگر اس نکاح کے وقت سے چار مہینہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دینا ہو گا اور تعلیق میں جزا واقع ہو جائے گی اور چار مہینہ گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی مگر یمین اب بھی باقی ہے۔ اسی طرح اگر تیسری بار اُسی عورت سے نکاح کیا تو پھر اِیلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار مہینہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب اِیلاء نہیں یعنی چار مہینہ بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہو گی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کرے گا کفارہ واجب، اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اس کے بعد پھر

اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر ایلا پھر بھی رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی۔ پھر نکاح۔ پھر وہی حکم پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اِیلا بدستور باقی رہے گا۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: اِیلا صرف اپنی منکوحہ سے ہوتا ہے یا مطلقہ رجعی سے۔ اجنبیہ سے یا جسے بائن طلاق دی اس سے ابتداء نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی اپنی باندی سے بھی نہیں۔ ہاں دوسرے کی کنیز اس کے نکاح میں ہے تو اس کنیز سے ایلا کرسکتا ہے۔ یوں ہی اجنبیہ کا ایلا اگر نکاح پر متعلق کیا تو ہو جائے گا (جیسے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا۔

## ایلا کے شرائط

مسئلہ: اِیلا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہٰذا مجنون و نابالغ کا اِیلاء صحیح نہیں کہ یہ اہل طلاق نہیں۔ (درمختار و بہار) اور یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینہ سے کم کی مدت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی (جسے یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے فلاں جگہ قربت نہ کروں گا، تو اِیلاء نہیں، اور یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ کے ساتھ کسی باندی یا اجنبیہ کو نہ ملائے۔ (جیسے کہا تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کروں گا اور یہ فلاں اس کی باندی یا اجنبیہ ہے تو ایلا نہ ہوگا) اور یہ بھی شرط ہے کہ محض مدت کا استثنا نہ ہو (جیسے یوں کہا چار مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن تو یہ اِیلا نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے (جیسے اگر یوں کہے اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس طرح کہنے سے اِیلا نہیں ہوگا۔ (خانیہ درمختار وردالمحتار وغیرہ)

## ایلا کے الفاظ

اِیلا کے الفاظ بعض صریح ہیں بعض کنایہ، صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن جماع کے معنی کی طرف سبقت کرتا ہو اس معنی میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہو۔ صریح میں نیت کا

درکار نہیں بغیر نیت بھی اِیلا ہو جائے گا اور اگر صریح لفظ میں یہ کہے کہ میں نے جماع کے معنیٰ کا ارادہ نہ کیا تھا تو قضاءً اس کا قول معتبر نہیں دیانۃً معتبر ہے۔ کنایہ ایسا لفظ ہے جس سے معنی جماع متبادر نہ ہوں دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال ہو۔ کنایہ میں بغیر نیت اِیلا نہیں ہوگا اور اگر دوسرے معنیٰ مراد ہونا بتاتا ہے تو قضاءً بھی اس کا قول مان لیا جائے گا۔ (ردالمحتار و بہار)

مسئلہ: اپنی عورت سے کہا اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مجھ پر حرام ہے اور نیت اِیلاء کی ہے تو اِیلا ہو گیا۔ (ہندیہ و بہار) مسئلہ: جماع کرنے کو کسی ایسی چیز پر موقوف کیا جس کی نسبت یہ امید نہیں ہے کہ وہ چار مہینہ کے اندر ہو جائے تو اِیلا ہو گیا۔ (جیسے رجب کے مہینہ میں کہا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک محرم کا روزہ نہ رکھ لوں یا کہا واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا مگر فلاں جگہ اور اس جگہ تک چار مہینہ سے کم نہیں پہنچ سکتا۔ یا کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا جب تک بچہ کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آئے۔ اور ابھی دو برس پورے ہونے میں چار مہینہ یا زیادہ باقی ہیں تو ان سب صورتوں میں اِیلاء ہے) یوں ہی اگر وہ کام مدت کے اندر تو ہو سکتا ہے مگر یوں کہ نکاح نہ رہے گا جب بھی اِیلاء ہے۔ جیسے یہ کہا تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا کہا میں مر جاؤں یا قتل کی جائے یا میں مار ڈالا جاؤں یا تو مجھے مار ڈالے یا میں تجھے مار ڈالوں یا میں تجھے تین طلاقیں دے دوں۔ (جوہرہ و بہار وغیرہ) مسئلہ: ایلا کیا اور مدت کے اندر قسم توڑنا چاہتا ہے مگر وطی کرنے سے عاجز ہے (کہ وہ خود بیمار یا عورت بیماری ہے یا عورت کم عمر ہے یا عورت کا مقام بند ہے کہ وطی ہو نہیں سکتی یا یہی نامرد ہے یا اس کا عضو کاٹ ڈالا گیا یا عورت اتنی دور ہے کہ چار مہینہ میں وہاں نہیں پہونچ سکتا یا خود قید ہے اور قید خانہ میں وطی نہیں کر سکتا اور قید بھی ظلماً ہو یا عورت جماع نہیں کرنے دیتی یا کہیں ایسی جگہ ہے کہ اس کو اس کا پتہ نہیں) تو ان مجبوریوں میں زبان سے رجوع کے الفاظ کہہ لے جیسے کہے میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا کہے اِیلا کو باطل کر دیا یا کہے میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا کہے میں نے اپنا قول واپس لیا۔ تو اس طرح کہنے سے اِیلا جاتا رہے گا یعنی مدت پوری ہونے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور احتیاط یہ ہے کہ

گواہوں کے سامنے رجوع کے الفاظ کہے۔لیکن اگر قسم مطلق ہے یا موبد تو بحالہ باقی ہے۔ جب وطی کرے گا کفارہ لازم آئے گا۔اور اگر قسم چار مہینہ کی تھی اور چار مہینہ کے بعد وطی کی تو کفارہ نہیں مگر زبان سے رجوع کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ مدت کے اندر یہ مجبوری قائم رہےاور اگر مدت کے اندر زبانی رجوع کے بعد وطی پر قادر ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں ہے وطی کرنا ضروری ہے۔(درمختار جوہرہ وبہار) مسئلہ: وطی سے عاجز نے دل سے رجوع کرلیا مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو رجوع نہیں۔(ردالمختار و بہار) مسئلہ: جس وقت اِیلا کیا اس وقت عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو زبانی رجوع کافی نہیں جیسے تندرست نے اِیلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اب رجوع کیلئے وطی ضرور ہے مگر جب کہ ایلا کرتے ہی بیمار ہو گیا اتنا وقت نہ ملا کہ وطی کرت تو زبان سے کہہ لینا کافی ہے اور اگر مریض نے اِیلاء کیا تھا اور ابھی اچھا نہ ہوتا تھا کہ عورت بیمار ہو گئی اب یہ اچھا ہو گیا تو زانی رجوع ناکافی ہے۔(درمختار ردالمحتار و بہار) مسئلہ:شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا یا آگے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ وطی کرنا رجوع نہیں۔(ہندیہ و بہار) مسئلہ: اگر حیض میں جماع کرلیا تو اگر چہ یہ بہت سخت حرام ہے مگر اِیلا جاتا رہا۔(ہندیہ و بہار) مسئلہ: اِیلا کی مدت میں اگر زوج وزوجہ کا اختلاف ہو تو شوہر کا قول معتبر ہے مگر عورت کو جب شوہر کا جھوٹا ہونا معلوم ہو تو عورت کو اجازت نہیں کہ اس کے ساتھ رہے جس طرح ہوسکے مال وغیرہ دے کر اس سے الگ ہو جائے اور اگر مدت کے اندر جماع کرنا بتاتا ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ مدت کے اندر جماع کیا ہے تو جب تک عورت اس کی تصدیق نہ کرے شوہر کا قول نہ مانا جائے (ہندیہ جوہرہ و بہار) مسئلہ:عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔اس لفظ سے اِیلا کی نیت کی تو اِیلا ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے۔نہیں تو طلاق بائن اور تین کی نیت کی تو تین۔اور اگر عورت نے کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یہ یمین ہے شوہر نے زبردستی یا عورت کی خوشی سے جماع کیا تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔(درمختار، ردالمحتار، و بہار) مسئلہ:عورت کو کہا تو میری ماں ہے اور نیت تحریم (حرام کرنا) کی ہے تو حرام نہ ہوگی بلکہ یہ جھوٹ ہے۔(جوہرہ و بہار)

# خلع کا بیان

قرآن پاک میں ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ط (سورۂ بقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ (کنزالایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: یہ آیت جمیلہ بنت عبداللہ کے باب میں نازل ہوئی، یہ جمیلہ ثابت بن قیس ابن شماس کے نکاح میں تھیں اور شوہر سے کمال نفرت رکھتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے شوہر کی شکایت لائیں اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں تب حضرت ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارہ نہیں کرتیں اور مجھ سے علاحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں، میں ان کو آزاد کردوں۔ جمیلہ نے اس کو منظور کیا، حضرت ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت وخصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے لیکن میں ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باغیچہ واپس کردوگی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہاں میں واپس کردوں گی۔ آپ نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اقبل الحدیقة و طلقها تطلیقة". کہ تم باغیچہ قبول کرلو (اور اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو۔ (رواہ البخاری)

# خلع کی تعریف اور اس کے احکام

مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر عورت کے قبول کئے خلع نہیں ہوسکتا، خلع کے الفاظ معین ہیں، اس کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر زوج زوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ ڈر ہو کہ شریعت کے حکموں کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع کرانے میں حرج نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔(ہدایہ و بہار)

مسئلہ: جو چیز مہر ہوسکتی ہے وہ خلع میں بدل ہوسکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہوسکتی وہ بھی خلع کا بدل ہوسکتی ہے، جیسے دس درہم سے کم مہر تو نہیں ہوسکتا مگر خلع کا بدل ہوسکتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول پر معلق کرتا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کرلیا تو طلاق بائن ہوجائے گی لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل۔ اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔(خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کرسکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ بخلاف بیع کے کہ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہوجائے گا۔(خانیہ و بہار)

مسئلہ: خلع چوں کہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اس لفظ کے معنی سمجھ کر ہو بغیر معنی سمجھے اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔(درمختار و بہار)

مسئلہ: چوں کہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے

نابالغ یا مجنون خلع نہیں کرسکتا کہ اہل طلاق نہیں۔اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہولہٰذا اگرعورت کوطلاق بائن دے دی ہےتو اگر چہ عدت میں ہوتو اس سے خلع نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی اگرنکاح فاسد ہوا ہے یاعورت مرتدہ ہوگئی تب بھی خلع نہیں ہوسکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہےتو خلع ہوسکتا ہے۔(درمختار ردالمحتار و بہار)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہےاور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔(بدائع و بہار)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہ ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا۔ یہ کہا تو صحیح ہوگیا۔ یوں ہی اگرعورت نے کہا مجھے ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق ہے اس پر شوہر نے کہا ہاں تو طلاق ہوگی۔(ہندیہ و بہار)

مسئلہ: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہوجاتے ہیں۔اور جوحقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے عدت کا نفقہ اگر چہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگراس کے ساقط ہونے کی شرط کردی گئی تو یہ بھی ساقط ہوجائے گا۔ یوں ہی عورت کے بچہ ہوتو بچہ کا نفقہ اور دودھ پلانے کے خرچ ساقط ہوجائیں گے ورنہ نہیں اور وقت معین کرنے کی صورت میں اگراس وقت سے پہلے بچہ مرگیا تو باقی مدت میں جوخرچ ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے۔اوراگر یہ ٹھہرا کہ عورت اپنے مال سے دس برس تک بچے کی پرورش کرے گی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرا ہےتو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتی اوراگر بچہ کوچھوڑ کرعورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کرسکتا ہےاوراگر یہ ٹھہرا ہے کہ بالغ ہونے تک بچہ کو اپنے پاس رکھے گی تولڑکی میں ایسی شرط ہوسکتی ہےلڑکے میں نہیں۔(ہندیہ و بہار)

مسئلہ:عورت کوطلاق بائن دے کر پھراس سے نکاح کیا پھرمہر پر خلع ہوا تو دوسرا مہر ساقط ہوگیا پہلا نہیں۔(جوہرہ و بہار)

مسئلہ: خلع اس پر ہوا کہ کسی عورت سے زوجہ اپنی طرف سے نکاح کردے اور اس کا مہر زوجہ دے تو زوجہ پر صرف وہ مہر واپس کرنا ہوگا جو زوج سے لے چکی ہے اور کچھ نہیں۔(ہندیہ و بہار)

مسئلہ: شراب، خنزیر، مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے میں طلاق دی تو رجعی واقع ہوئی یوں ہی اگر عورت نے یہ کہا کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کے بدلے میں خلع کر اور ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو کچھ واجب نہیں۔(درمختار و جوہرہ)

مسئلہ: عورت سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو اگر یہ لفظ شوہر نے طلاق کی نیت سے کہا تھا تو بائن طلاق واقع ہوگی اور مہر ساقط نہ ہوگا۔ بلکہ اگر عورت نے قبول نہ کیا ہو جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ طلاق کی نیت سے نہ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک عورت قبول نہ کرے اور یہ اگر یہ کہا تھا کہ فلاں چیز کے بدلے میں نے تجھ سے خلع کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور عورت کے قبول کرنے کے بعد اگر شوہر کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔(خانیہ وغیرہ)

## ظہار کا بیان

فرمان باری تعالیٰ ہے:

**قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ**

لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (سورۂ مجادلۃ ۱ تا ۴)

ترجمہ: بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے، وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے، اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے، پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ '' اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ '' تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت، تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا اور عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی، رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا۔ اس کو اپنی اصطلاح میں ظہار کہا کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا اس کے بارے میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ظہار کے متعلق قرآنی احکام وضاحت سے بیان کر دیا گیا۔

ہوا یوں کہ ایک روز حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اوس ابن صامت اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے، بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزاج چڑ

چڑا ہو گیا تھا غصہ سے کہہ دیا " اَنۡتِ عَلَیَّ کَظَهۡرِ اُمِّیۡ " زبان سے تو یہ کہہ بیٹھے لیکن لگے پچھتانے، خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی، اس نیک بندی نے جواب دیا: اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں خولہ کی جان ہے جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آسکتے، خولہ اٹھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی، صاحب مال تھی، میرے گھر والے بھی موجود تھے، اب میرا شباب رخصت ہو چکا، میں بوڑھی ہو چکی، میرے گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی خرچ ہو گیا، اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں، حضور! کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: تیرے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے، اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا، وہ بار بار یہ کہتی رہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی جواب دیتے رہے، ساتھ ہی وہ اللہ کی جناب میں بھی فریاد کرتی رہی کہ الٰہی میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں " اپنے فاقہ اور خستہ حال کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکوں مریں گے" بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اُٹھاتیں اور فریاد کرتیں، بحث و تکرار کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غم زدہ اور پریشان حال بندی کی فریاد سن لی اور جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا خولة ابشری اے خولہ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرما دیا۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلا لاؤ، اَوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرو، عرض کیا میرے پاس تو کوئی غلام نہیں، فرمایا پھر دو ماہ متواتر روزے رکھو، عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے، میں اتنی مدت کیسے روزہ رکھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا

پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کرنے لگے آقا میں بہت غریب و نادار ہوں حضور میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں، اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے عطا فرمائے، انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر آباد ہوگئیں، **قد سمع الله** کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابۂ کرام ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ کے پاس سے گزرے۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے، لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا، حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنے لگیں۔ کہا اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عُمیر کہا جاتا تھا پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں، پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے، جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے، آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے، جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے، آپ نے فرمایا بخدا اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا، صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا، کیا تم نہیں جانتے یہ بوڑھی کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی فریاد اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟ (ضیاء القرآن ج۵، ۱۳۵/۱۳۶)

## ظہار کا معنیٰ

ظہار کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزء شائع کو یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا ایسی عورت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس عضو کی طرف اس مرد کو دیکھنا حرام ہے جیسے کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کے مثل ہے۔

مسئلہ: عورت نے مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو کچھ نہیں۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ان سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظاہر کیا تو یہ الفاظ ظہار کے لیے صریح ہیں۔ ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو ہر حالت میں ظہار ہی ہے۔ اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تصدیق نہ کی جائے گی اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (درمختار ہندیہ و بہار)

مسئلہ: عورت کو ماں بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہ ہوا مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ و بہار)

مسئلہ: ظہار کی تعلیق بھی ہو سکتی ہے جیسے کہا اگر فلاں کے گھر گئی تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا۔ (ہندیہ و بہار)

## ظہار کا حکم

ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اس وقت تک اس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا اس کو چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں۔ مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں۔ اگر کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرلے اس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ درمختار و بہار)

## ظہار کا کفارہ

ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ جماع نہ کرے اور عورت اس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں۔ اور جماع کا ارادہ تھا مگر زوجہ مر گئی تو کفارہ واجب نہ رہا۔ (ہندیہ و بہار) ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے اور جو یہ نہ ہو سکے تو لگاتار دو مہینہ کے روزے جماع سے پہلے رکھے اور روزہ بھی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (ہدایہ وغیرہ) مسئلہ: روزہ سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو نہ عید الفطر نہ عید اضحیٰ نہ ایام تشریق ہاں اگر مسافر ہے تو

ماہ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے مگر ایام منہیہ میں مسافر کو بھی اجازت نہیں۔ (درمختار و جوہرہ)

مسئلہ: کفارہ کا روزہ توڑ دیا چاہے کسی عذر سے توڑا یا بلا عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دومہینوں کے اندر دن یا رات میں اس سے صحبت کی جان کر کی ہو یا بھول کر تو پھر سے دو مہینہ کے پورے روزے رکھے اور پہلے کے روزے بیکار گئے۔ اس لیے کہ صحبت سے پہلے پورے دو مہینہ لگا تار روزے شرط ہیں۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا وے یا متفرق طور پر۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو نہیں تو کھلانا صدقہ نفل ہو جائیگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا۔ دوسرے وقت اس کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔ (درمختار و ردالمحتار و ہندیہ)

مسئلہ: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو۔ ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے۔ مگر اباحت کافی نہیں۔ اور انہیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقہ فطرہ دے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دے دے یا شام کو کھلا دے اور صبح کو کھانے کی قیمت دے دے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے تیس کو دے دے غرض یہ کہ ساٹھ کی گنتی جس طرح چاہے پوری کرے یا چوتھائی صاع گیہوں یا آدھا صاع جو دے دے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کو قیمت دے ہر طرح ہو سکتا ہے۔ (درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ: کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے چاہے تھوڑا ہی کھلانے سے پیٹ بھر

جائے۔اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اس کا کھانا کافی نہیں۔اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر۔اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔(درمختار ردالمحتار و بہار)

مسئلہ: ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز صدقہ فطر کے برابر دے دیا جب بھی کفارہ ادا ہو گیا۔اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دے دیا۔(ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے) یا اس کے لیے سب بطور اباحت دیا تو صرف اس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوں ہی اگر تیس مسکینوں کو ایک ایک صاع گیہوں دے یا دو دو صاع جو تو صرف تیس کو دینا قرار پائے گا یعنی تیس مسکینوں کو پھر دینا پڑے گا یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہوا اور دو دن میں دیا تو جائز ہے۔(ہندیہ و بہار وغیرہ)

مسئلہ: ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے اور اگر ابھی پورے ساٹھ کو کھلا نہیں چکا ہے اور درمیان میں وطی کی تو اگر چہ یہ حرام ہے مگر جتنے کو کھلا چکا وہ بے کار نہ ہوا باقیوں کو کھلا دے سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضرور نہیں۔(جوہرہ و بہار)

مسئلہ: جس کے ذمہ کفارہ تھا وہ مر گیا اس کے وارث نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا قسم کے کفارہ میں کپڑے پہنا دیئے تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور غلام آزاد کیا تو نہ ادا ہو گا۔(ردالمحتار)

نوٹ: ایلا، ظہار اور خلع کے متعلق تفصیلی مسائل فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## مصادر و مراجع


القرآن الکریم — کنز الایمان و خزائن العرفان

ضیاء القرآن — تبیان القرآن

بہار شریعت — قانون شریعت

یا ایھا الذین آمنوا
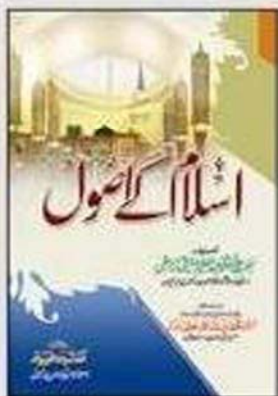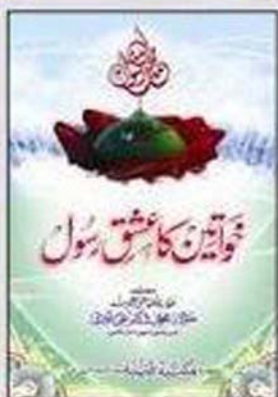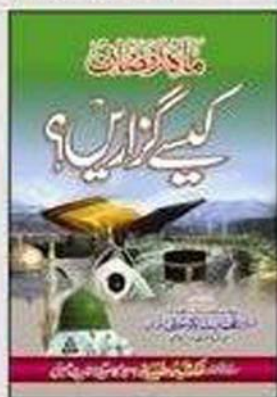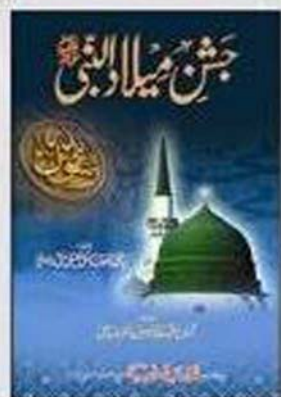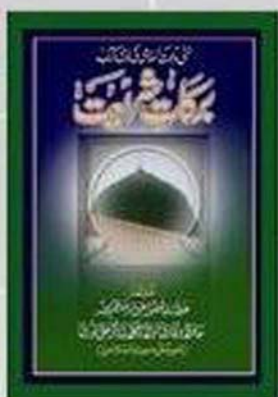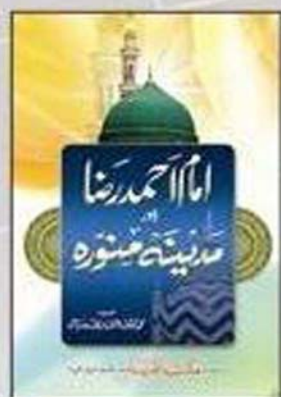
Published by:

**MAKTABA-E-TAIBAH**

Markaz Ismail Habib Masjid, 126, Kambekar St, Mumbai-3